© rasailojaraid.com

بزمِ عرفان

مریدِ ہندی شیخ جیلیؒ کی بارگاہ میں

(جناب محمد قطب الدین احمد صاحب بختیار کاکی حیدرآباد دکن)

حضرتِ والا کی مجلس میں آج صبح شرفِ حاضری نصیب ہوا۔ فتوح الغیب کے درس کے لئے لاتعداد دلدادگانِ معارفِ غوثیہ باریاب تھے۔ شارحِ فتوح، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو حکم ہوا کہ کتاب مذکور کا چھیاسٹھواں مقالہ پڑھا جائے، اور ہر جملہ کے ختم پر توقف ہو؛ تاکہ جو امور تشریح و توضیح طلب ہوں، انھیں اس طرح کھولا جا سکے کہ عام اذہان ان کی تفہیم میں کسی طرح کا خلجان اور اضطراب محسوس نہ کریں۔ مقالہ کا عنوان تھا "ترغیبِ دعا اور اس کے آداب"! شیخ دہلوی ایک ایک جملہ پڑھ کر ٹھہر جاتے، اور حضرت والا حاضرین سے اس کے معانی و مطالب بیان فرمانے لگے۔

زبانِ فیض آثار اس طرح تکلم نواز ہوئی کہ کبھی یہ بات تیرے حاشیۂ خیال میں بھی نہ آنے پائے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس بنا پر کوئی سوال اور دعا نہ مانگوں گا کہ جو چیز میری قسمت میں لکھ دی گئی ہے، اور جن باتوں وقوع و صدور علمِ الٰہی میں متعین ہو چکا ہے، وہ شدنی اور اٹل ہیں، بہر طور ہو کر رہیں گے، اس صورت میں میرا ۔عا کرنا، اور کسی امر کے لئے سوال ایک فعلِ عبث ہے! جو نعمت ملنے کی ہے، وہ مل کر رہے گی اور جو ابتلاء آزمائش مقدر ہو چکی ہے، وہ کسی طرح ٹل نہیں سکتی، خواہ اس کے دفعیہ کی دعا کی جائے، یا سکوت اختیار ا جائے۔ اس طرح کا تصور ایک وسوسۂ شیطانی ہے، جو شیوۂ بندگی سے دور ہے۔ اس بات پر تاکید اور ر دے کر فرمایا کہ جس چیز کا تو آرزو مند ہے، اور جن دولتوں سے خود کو تہی دامن پا رہا ہے، دنیا اور ت کی ہر وہ خوبی و بھلائی جس سے زندگی کا ظاہر و باطن سنورتا ہے، وہ دل کے پورے یقین کے ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا سے مانگ، اس کے خزانہ میں کس چیز کی کمی ہے۔ اس مناجات اور بے غل وغش طلب حاجات کی ترغیب کے یہ معنی نہیں کہ تو ان اشیاء کو بھی مانگنے لگے جن کو شرع نے حرام ٹھہرایا ہے، یا ایسی چیزیں جن کی عطا بخشش خود تیرے حق میں موجب فتنہ وفساد ہوں، یا مصلحت وقت اور تقاضائے حالات کے خلاف ہوں۔ روح و دل کی سوکھی کھیتیوں پر صدق ویقین کی بارش برسا کر قلب کو گرماتے اور روح کو تڑپاتے ہیں۔ حضور نے احادیث سے ان بیانات کی توثیق فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ خدائے قدوس نے اس حکم میں اپنے بندوں کو مژدۂ استجابت عطا فرمایا ہے۔ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"، مانگو مجھ سے میں تمہاری دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہوں، اور تمہارے مطلوب ومسئول کو عطا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، "وَاسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ"۔ اپنے پالن ہار سے اس کے فضل وبخشش کو طلب کرو۔ کوئی آرزو اور تمنا ایسی نہیں جس کے لئے جہد وسعی کی جائے اور اس کو وہ جواد وکریم عطا نہ فرمائے۔ اللہ پاک سے دعا اور سوال بھی اجتہاد وعمل میں داخل ہے اور عقلی ومادی تدبیروں سے زیادہ قطعی اور پُر تاثیر ہے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے "اِسْئَلُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَۃِ"، اللہ سے اس کیف وحال میں مانگو کہ تمہارے قلوب یقین کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہوں، اور شک وتردد کا شائبہ بھی حصول مطلوب ومقصود میں راہ نہ پا سکے۔ اجابت دعا میں یقین کو اولین درجہ حاصل ہے، اور یہ ایمان ویقین ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ دریائیں دونیم ہو کر گذرگاہ بن جاتے ہیں، اور دہکتی ہوئی آگ اور لپکتے ہوئے شعلے، مہکتے اور لہکتے گل وگلزار میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جب حضرت والا یقین کی اس تاثیر اور اثر انگیزی پر ارشاد فرما رہے تھے تو حرف وصوت کے پردوں میں ہوا کی لہروں کے ساتھ یہ آواز فضا میں مترنمانہ گونج رہی تھی :۔

گر بہ یقین شد قدمت استوار　　گرد زدریا، نم از آتش برار

موقع کی مناسبت سے اِس عاجز کے حافظہ میں یہ دو شعر بیدار ہو کر رگ جان پر مضراب زنی کرنے لگے، اور زبان زیر لب زمزمہ سنجی میں مصروف تھی، جس کو بعد از اجازت عرض کرنے کی سعادت نصیب ہوئی :۔

نمے ز صدق برآمد کہ آنند بخشاں　　ہزار گنج اجابت بہ یک دعا بخشند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بشاہراہِ ارادت، بروئے گرد آلود　　نشستہ ایم بدریوزہ تا چہا بخشند

آدابِ دعا پر توجہ عالی منعطف ہوئی، یہ حدیث سامعہ نواز ہوئی، اِسْئَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ، خدائے پاک سے اس ہیئت میں سوال کرکہ ہتھیلیوں کا رخ تیرے منہ کی طرف ہو۔ ماثور و مسنون طریقہ دعا کا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھائے جائیں اور ہتھیلیاں چہرے کی طرف ہوں، اپنے وضع و انداز سے دل کا یقین تمہارے ظاہر پہ ابھر آئے، دیکھنے والے کو یہ معلوم ہو کہ رحمتوں کا تم پر نزول ہو رہا ہے اور تم اپنے دونوں ہاتھوں سے انھیں سمیٹتے ہوئے اپنی تنگ دامانی پہ شکوہ سنج ہو۔

دامانِ نگاہ تنگ، گلِ حسنِ تو بسیار　　گلچین بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

احادیث و اخبار میں اللہ سے مانگنے اور دعا کرنے کی بڑی ترغیب و تاکید آئی ہے۔ یہاں تک حکم ہے کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس کی درستی کے لئے تمہارے ہاتھ طلب و التجا میں اس کی بارگاہ کی طرف اٹھ جائیں۔

من ہمی دانم کہ میخواہد دلش　　تا بود غوغا بگردِ منزلش

می کنم چنداں فغاں در حضرتش　　تا فرود آید ز بالا رحمتش

چیست اُدْعُوْنِیْ کدام است اِسْتَجِبْ　　گر نمی خواہد گدایاں را غلو

آہ و گریہ بر درش چنداں کنم　　تا بجو داں غنچہ را خنداں کنم

کبھی یہ خیال مت کر کہ میں نے بہت سی التجائیں کیں، جو اس کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے محروم ہیں، ایسی صورت میں طلب و سوال تحصیل حاصل ہے۔ یہ تصور ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ برعکس اس کے ہمیشہ دعا کرنے پر ثابت قدم رہ کیونکہ اگر تیری قسمت میں مطلوب کا ملنا سوال کرنے کے بعد مقدر ہو چکا ہے تیرا یہ سوال کرنا اور مانگنا بھی تقدیر سے ہے۔

بجستجوئے نیابد کسے مراد، و لے　　کسے مراد بیابد کہ جستجو دارد

قلب و دماغ کا یہ اندازِ فکر کہ دینے والا وہی یگانہ و یکتا تیرا مالک و آقا ہے، تجھے ماسوی اللہ سے لاپرواہ کر دے گا اور صرف ایک چوکھٹ پہ جھکا کر سارے آستانوں سے بے نیاز کر دے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

دعا کے مہمات و مقاصد میں اہم ترین مقصد یہ ہے کہ حاجت دربیاز مندیوں کا تعلق مخلوق سے ٹوٹ کر صرف اپنے خالق سے جڑ جائے۔

از خدا خواہم نہ از غیر نخواہم ہر گز
کہ نیم بندۂ دیگر نہ خدائے دگر است

جب یہ عقیدہ تیرے قلب و دماغ میں راسخ ہو جائے گا، اور تو اپنی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ضرورت و حاجت کو اپنے داتا اور پالن ہار کے آگے پیش کرتا رہے گا تو تیرے قلب پر عزت و جلالِ حق کی تجلیاں برافگندہ نقاب ہو کر ضوفگن ہوں گی، اور تو شغلِ مناجات اور ذکر کے باعث قرب و اختصاص سے نوازا جائے گا۔ اس وجہ سے لسانِ نبوت نے دعا و مناجات کو مغزِ عبادت قرار دیا ہے، الدعاء مخ العبادۃ۔ دعا ایک ذریعہ ہے حُب و عشق الٰہی میں اشتداد و ازدیاد کا، اس اہم توسّل کو محض حصولِ مدعا و مقصد براری پر محدود و محصور نہ رکھا جائے۔ اس موقع پر قاری مقالہ شیخ دہلویؒ نے ابوالحسن شاذلیؒ کا قول پیش کیا کہ دعا کے وقت جو ذوق و شوق، بہجت و فرحت حاصل ہو وہ محبوب سے ہمکلامی کی ہو، حصولِ مدعا اور مقصد براری کی مسرتیں ایک ذیلی حیثیت اختیار کر لیں، کہیں نعمت و بخشش کا حصول تیری نگاہوں سے منعم و معطی کو محجوب نہ کر دے۔

دل ز حرصِ مدعا خالی شدہ
ذوقِ عجز و بندگی حالی شدہ

کو اجابت کردشان فہو المراد
ورنہ با دیدار نقد آئید شاد

ہیچ نبود از دعا مطلوبِ شاں
جز سخن کردن بآں شیریں زباں

در کنند در لذتِ آں بیشتر
بہر تقریبِ سخن بارِ دگر

عاشقانِ الٰہی اور عارفانِ ذاتِ سرمدی نے ہمیشہ منع کو عطا پر ترجیح دی ہے، اور ہجر و فراق کو وصل و وصال پر مقدم رکھا ہے۔ داتا کی بارگاہ میں جب سائل کی مانگ پوری کر دی جاتی ہے تو وہ اسے لے کر واپس ہو جاتا ہے، لیکن جس کا مانگنا خود عطا کرنے والا پسند فرما رہا ہو اور اس کے دستِ شوق کو ہمیشہ دراز و تہی رکھے، تو وہ آستانۂ محبوب پر کھڑا ہوا سراپا پیکرِ سوال بن کر رخِ محبوب پہ ٹکٹکی باندھے رہتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس محرومی و نامرادی میں جو اُسے لذّت حاصل ہوتی ہے وہ ساری کائنات عطا کر دینے میں بھی نہیں اور بمصداق ان اشعار کے، قال سرتاپا حال بن جاتا ہے :۔

شاد ے دولتِ کونین اور میرے لئے
بس اک تبسم بندہ نواز رہنے دے

اس شراب کو سعدی نے ایک دوسرے جام میں پیش کیا ہے :۔

قدح چوں دورِ ما باشد بہ ہشیارانِ مجلس دِہ
مرا بگذار تا حیراں بمانم چشم بر ساقی

اور جو اس راہ کے دل باختگان ہیں، ان کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے۔

آنکس کہ ترا بخواست، جاں راچہ کند
فرزند و عیال و خاناں را چہ کند
دیوانہ کنی، ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

محرمانِ طریقِ عشق و محبت جانتے ہیں کہ عالمِ سوز و ساز میں فراق، وصل سے بڑھ کر ہے، کیونکہ وصل ں آرزو اور تمنا کی موت ہے اور ہجر میں ہر لحظہ نت نئی تمنائیں قلب و دماغ میں اپنا جنم لیتی رہتی ہے

عالمِ سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق
وصل میں مرگِ آرزو، ہجر میں لذتِ طلب

دعا کی قبولیت اور عدم حصول مطلوب کی مزید تشریح فرماتے ہوئے یہ ارشاد ہوا کہ اگر کبھی دعا سے تیرا مقصود حاصل نہ ہو تو اس پر دل تنگ نہ ہو کیونکہ کارسازِ حقیقی ہر چیز کی مصلحت کو تیرے حق میں تجھ سے بہتر جانتا ہے۔ انسان اپنی کوتاہ فہمی سے ایسی چیز طلب کرتا ہے جو بجائے نفع بخش ہونے کے اس کے حق میں ضرر رساں ثابت ہوتی ہیں۔

بس دعا ہا کاں زیان است و ہلاک
از کرم می نشنود شاں ذوالجلال

قرآن کی اس آیت میں بھی اسی صورت حال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔
عَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

دعا کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ بعد از مناجات تیرے قلب و روح کو ایک طرح کی سکینت و طمانیت ہوتی ہے۔ جب دل استغنا اور بے نیازی کی لذتوں سے ذوق آشنا ہوتا ہے تو مقامِ رضا پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرفراز ہو کر یہیں بہشت، حور و جبرئیل کو اپنی نگاہوں میں جلوہ فرما پاتا ہے۔

یہیں بہشت بھی ہے، حور و جبرئیل بھی ہے تیری نگہ میں ابھی شوخیٔ نظارہ نہیں

اس موقع پر جذب و بے خودی کے عالم میں اس ہیچ میرز کی زبان پر مولانا محمد علیؒ کا یہ شعر جاری ہو کر شرف پذیرائی بخشا گیا۔

ہر رنگ میں راضی برضا ہو کے مزا دیکھ دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ

جب بندہ کو اپنی حقیقتِ بندگی سے آشنائی حاصل ہوتی ہے، تو وہ خالقِ کائنات کی طرف ہر دین کو عینِ الطاف سمجھتا ہے، کہ "ہر چہ ساقیِ ما ریخت کرعین الطاف است" اور اپنے پالن ہار کے ہر حکم پر دل میں ایک محسوس کرتا ہے، چیں بجبیں ہونے کے بجائے اس کے لبوں پر تبسم رقصاں رہتا ہے۔

کہ نہ آزارِ تو بیزار شود جانِ حسین
زخم چوں از تو رسد، با ہمہ آزار خوشم

طبیعت و مزاج کے لحاظ سے ان ستم کشانِ محبت کے دو گروہ ہوتے ہیں۔ ایک تو کوہِ وقار و تحمل ہوتے ہیں، زبان اُف تک نہیں کرتی، اور چہرے سنجیدگی اور طمانیت بخشی کی ساری کیفیتوں کو اپنے اندر سموئے رکھتے ہیں۔ دوسرا گروہ جس کا ذکر ابھی ہو چکا، وہ ہر تکلیف میں ایک لذت محسوس کرتا ہے، تحمل و برداشت کی اس والہانہ کیفیت کا نقشہ ذیل کے اس شعر میں کس خوبی سے پیش کیا گیا ہے۔

ستم کشانِ محبت دم از فغاں نزنند گرہ ز جبہ کشادند و بر زباں بستند

بندگی اور خداوندی کے تعلق کو صحیح طور پر سمجھنے کے بعد جبر و قدر کی ساری گتھیاں سلجھ کر رہ جاتی ہیں اپنی اس روزمرہ کی زندگی میں مجازی آقائی و چاکری کے تجربہ ہی سے اس مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔

رضا بدہ بقضا و از جبیں گرہ بکشا کہ بر من و تو درِ اختیار نکشادہ است

جو ذات قادر علی الاطلاق، فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ، لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ، صاحب کن فیکون، اور احکم الحاکمین ہو اس کا پوچھنا ہی کیا۔ اس حدود نا آشنا اقتدار کے مقابلہ میں ایک ضعیف و ادنیٰ مخلوق، اس نوع سے خدا اور بندہ کا تقابل بلا ہی گمراہ کن ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گر نہ گار آں کند کہ خود خواہد　　حکم بر کردگار نتواں کرد

مدگی کا یہی احساسِ دعا قلب وضمیر کو بیدار کرتا ہے۔ اجابت جس کے لفظی معنی جواب دینے کے ہیں، ملاً جس کا استعمال قبول کرنے کے معنوں میں کیا جاتا ہے، کبھی یہ ایجاب وقبول، مقلب القلوب کی طرف کے قلب وضمیر میں تغیرِ کیف وحال کی شکل میں صورت پذیر ہوتا ہے، جس کی تعبیر قلبِ مطمئنہ سے ہے۔

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی　　مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

بھی جو چیز مانگی جاتی ہے بعینہٖ وہی چیز بخش دی جاتی ہے اور بسا اوقات کنجشکِ فرومایہ کو زیرِ دام لانے ش میں سیمرغ وہما فتراک سے باندھے جاتے ہیں۔

بہر کارے کہ ہمت میگماری نصرت از حق جو
کہ بہ کنجشک دام افگندم و صیدِ ہما کردم

ورجو اپنی جھولی پھیلا کر زغارف کو مانگ رہا تھا، اس کے دامن کو لعل وجواہر سے مالا مال کردیا جاتا ناروم نے کس وجد آفریں انداز میں اس کیفیت کو فردوسِ نگاہ بنایا ہے:۔

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را　　بہر یک گل سخری گلزار را
نیم جاں بستاند وصد جاں دہد　　آنکہ در وہمت نہ آید آں دہد

ی عارف اتم المعرفت نے جواد کے ایسے جود وکرم کو ایک نرالے ڈھنگ سے دعوتِ فکر دی ہے:۔

آنکہ ناخواستہ عطا بخشد　　گر تو خواہش کنی چہا بخشد
بادشاہے است او اگر خواہد　　ہر دو عالم بیک گدا بخشد

ن اشعار میں لفظ خواہد نے حقیقت حال کو برافگندہ نقاب کرکے ایک روحِ تازہ پھونکدی ہے جس ال المایرید اپنی ساری بے نیازیوں کے ساتھ نگاہوں کو چکا چوند کررہی ہے۔

شق ومحبت کی پرورش وپرداخت، محبوب کے ان سہ گانہ صفات، نوال، جمال، اور کمال، ہی سے بعض اشخاص صرف داد ودہش کے دلدادہ ہوتے ہیں، بعض حسن وجمال کے شیدائی، اور بعض خوبی وکمال کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سودائی، مگر سب اپنے محبوب کو اپنے مزاج و طبیعت کے اُس رنگ میں دیکھتے ہیں جس سے اُن کا خمیر گوندھا گیا ہے۔ اس عالمِ ناسوت میں عشق و شیفتگی کے یہی بندھن ہیں جن سے عشاق اپنے دلبرانِ مجازی کی طرف کھنچتے ہیں۔ مخلوق میں جو ہلکی سی جھلکیاں ان صفات کی پائی جاتی ہیں وہ سب پرتوِ جمالِ الٰہی ہیں۔ وہ ذاتِ ایزدی جو ہر طرح کے نقص و عیب سے منزہ ہے اور جس کے یہ سارے صفات ذاتی ہیں، جب وہ قلب و نظر میں سما جائے تو پھر دوسری طرف نظر اٹھانے اور قلب میں کسی دوسرے کے تصور کے خطور تک کی کہاں گنجائش باقی رہتی ہے؟

شد است سینۂ ظہوری پُر از محبتِ یار
برائے کینۂ اغیار در دلم جا نیست

یا پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

از درونم نمی روی بیروں
در گرفتی درون و بیروں را!

دنیا کی یہ ساری چہل پہل اور ہنگامہ آرائی اسی ایک ذات کی حکم فرمائیوں سے سرگرم و غلغلہ تاب ہے، کوئی دنیا کے عیش و نشاط کو ٹٹول رہا ہے، کوئی حسن و جمال سے اپنی آنکھیں سینک رہا ہے، اور کوئی خوبی و کمال کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہے۔ ہر ایک اپنی مخصوص ساخت اور بناوٹ کے لحاظ سے مقررہ سمت و روش پر سرگرمِ جستجو ہے۔ نام مختلف ہیں، کام متفاوت ہیں، مگر کار فرما ایک ہی ہے۔

اے ترا با ہر دلے رازے دگر
ہر گدا را بر درت نازے دگر

در ربابِ عشق تارے بیش نیست
ہست ہر جا نغمۂ سازے دگر

یہ جستجو اور طلب ہی ہے جو انسان کو وسعتِ کونین میں بھی سمانے نہیں دیتی۔ اس موجودہ مادی دور میں چاند میں بسنے کا تخیل اپنی ساری ناتوانیوں کے ساتھ اب تحریک پا رہا ہے، اور بہت ممکن ہے کہ کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو۔ مگر اسی کرۂ ارض پر آج سے چودہ سو سال پہلے انسانیت مادہ و روح کے حسنِ امتزاج کے ساتھ عرش و کرسی کو اپنی آغوش میں لے چکی ہے، جسے عام طور سے معراج سے تعبیر کیا جاتا ہے، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر صلی اللہ علیہ وسلم

آں دُرِّ یکہ سرِ حقیقتش باور شد
او بہ تر از سپہر پہنا در شد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملا گوید کہ بر فلک شد احمد
سرمد گوید فلک بہ احمد در شد

ترجمہ:- جس شخص پر حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ وہ فلک کی ساری پہنائیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ ملا کہتا ہے کہ احمد پرواز کرکے فلک پر پہنچے اور سرمد کہتا ہے کہ خود فلک قلب احمد کی وسعتوں کے ایک گوشہ میں سما گیا۔

معراج درحقیقت عشق ہی کا عروج و کمال ہے۔

گھٹے اگر تو بس اک مشت خاک ہے انساں
بڑھے تو وسعتِ کونین میں سما نہ سکے

یہ طلب ہی ہے اور دعا ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں جو نئی نئی جنتیں نگاہوں میں بساتیں اور آباد کرتی رہتی ہیں جو برگزیدہ نفوس پیمبر شکار و یزداں گیر ہوتے ہیں، وہ تو اپنے رب ہی کے پاس پہنچ کر دم لیتے ہیں، اِلیٰ رَبِّکَ مُنْتَهٰهَا

بزیر کنگرۂ کبریاش مردانند
فرشتہ صید پیمبر شکار و یزداں گیر

اسی چیز کو عارف مشرق نے اپنے خاص انداز میں اس طرح پیش کیا ہے:-

زروشت جنونِ من جبریل زبوں صیدے
یزداں بہ کمند آور اے ہمتِ مردانہ

یہ طلب گاری اور دعا ہی ہے جو ترقی و عروج کی نئی نئی راہیں کھولتی ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط

ایں طلب گاری عجائب جنتی
ایں طلب در راہ حق مانع کشتی

ایں طلب مفتاح مطلوبات تست
ایں نشانِ دولت و آیات تست

ایں طلب بچو خروسے در صلاح
میکند افغاں کہ می آید صباح

ارشاد ہوا دعا اور طلب گاری کی نوع سے کبھی نفع و فائدہ سے خالی نہیں، اگر مادی شکل میں کوئی چیز تجھے اس دنیا میں عطا نہ ہو اور تیرا دل روحانی تسکین سے بھی لذت یاب نہ ہو، تو پھر تیری ساری دعائیں آخرت کے لیے ذخیرہ کر دی جاتی ہیں، چند روزہ فائدہ کے بجائے دائمی و سرمدی عیش و آرام سے تجھے سرفراز کیا جاتا ہے۔ تا نوبت سرائے ارضی میں یہ دو روزہ حیات کسی طرح گذر ہی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں دائمی زندگی کے لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جتنا بھی ساز و برگ فراہم کیا جائے وہ تھوڑا ہی ہے۔

منعم کہ کباب میخورد، میگذرد — در بادۂ ناب میخورد، میگذرد

سرمد کہ بکاسۂ گدائی ناں را — تر کردہ بہ آب میخورد، میگذرد

رسولِ اکرمؐ کی حدیث ہے کہ اگر بندۂ مومن کی دعا دنیا میں قبول نہ ہو تو رب کریم و رحیم ایک ایسے روز کے لئے اسے ذخیرہ فرما دیتا ہے جب کہ وہ محتاج تر ہوتا ہے اور کسی گوشہ سے اعانت و دستگیری کا ہاتھ اٹھتا ہوا دکھائی نہیں دیتا، ایسے عجز و درماندگی کے وقت اللہ کی نعمتیں اسے سہارتی، اور ساری ہراسانیاں یک لخت کافور ہو جاتی ہیں۔ وہ ذاتِ کریم نہیں چاہتی کہ کوئی سائل اس کے در سے محروم واپس جائے۔ چونکہ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے اور اس کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں، اس لئے اس کی عطاو بخشش میں بخل و کوتاہ دستی کا شائبہ تک نہیں گذر سکتا، ساتھ ہی وہ بے حد نہایت مہربان اور بخشنے والا بھی ہے۔ یہاں پر حضرت والا نے رحمان اور رحیم کی تشریح فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ رحمان وہ ہے کہ اگر اس سے سوال کیا جائے تو وہ پورا کرے اور رحیم وہ ہے کہ اگر اس سے نہ مانگا جائے تو وہ خشم آگیں ہو۔ وہ کیسے اپنے سوال کرنے والے کو دنیا و آخرت میں محروم و نامراد رکھ سکتا ہے۔ لہذا بندہ کو اپنے خداوند سے بجز مانگنے اور سوال کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔

تحقیق کے ساتھ احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ قیامت کے دن بندہ اپنے نامۂ اعمال میں ایسی نیکیوں کو پائے گا، جن کے لئے اس نے کوئی عمل نہیں کئے تھے، اس سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تو اپنی ان نیکیوں کو پہچانتا ہے؟ وہ عرض پرداز ہوگا کہ میرے کوئی ایسے اعمال نہ تھے جن کا یہ صلہ ہو سکتا، اس کو یہ بتلایا جائے گا کہ جو دعائیں اس نے دنیا میں مانگی تھیں یہ سارا ان ہی کا اجر و ثواب ہے۔

اللہ کے نزدیک دعا کے پسندیدہ ہونے کی اصل وجہ بندہ کی عاجزی، درماندگی، بے چارگی، اور ذلّت و افتقار ہے۔ جب بندہ خود کو عاجز و درماندہ جان کر ایک بھکاری کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو ذلت و خواری کے ساتھ درگاہ رب العزت میں پھیلا دیتا ہے، آنکھیں ندامت سے سرشک آلود، اور بدن عرق انفعال سے شرابور ہوتا ہے تو شانِ کریمی جوش مارتی اور ان رشحات کو موتی سمجھ کر اپنے دامنِ رحمت میں سمیٹ لیتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

کس سوختہ و دلباختہ نے اپنے دل کے سرجوش کو انوکھے ڈھنگ کے ساتھ نرالے پیمانوں میں انڈیلا ہے

گر مژہ بر رخ تو تر گردد
خاک اندر کفِ تو زر گردد

بارگاہِ کریمی میں ایک احتیاج میں ایسا تحفہ ہے جو بطور نذر کے گذرانا جاسکتا ہے، پھر دیکھئے بارشِ کرم کا کس دھواں دھار اور گھنگھور طریق سے نزول شروع ہوتا ہے۔

جنسے کہ در خزینۂ لطف تو نیست نیست
جز احتیاج تحفہ ندیدم کریم را

موقع کی مناسبت سے مولانائے روم کی مثنوی کے یہ چند اشعار ذہن و دماغ میں بیدار ہو کر خود بخود مترنمانہ صفحۂ قرطاس پر گلکار ہو رہے ہیں۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ

ہر کجا پستی است آب آنجا رود
ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

ہر کجا درد دوا آنجا رود
ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

کام تو موقوف زاری دل است
بے تضرع کامیابی مشکل است

تا نگرید کودک حلوا فروش
بحر بخشائش نمی آید بجوش

سالہا تو سنگ بودی دلخراش
آزموں را یک زمانے خاک باش

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

کوئے نومیدی مرو امیدہاست
سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

کودکِ حلوا فروش تلمیح ہے ایک قصہ کی طرف جس میں واقعہ کی جملہ تفصیلات کو مولانا نے اعجازِ بلاغت سے ان دو مصرعوں میں سمیٹ لیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک نہایت کشادہ دست و فیاض بزرگ تھے، جو بھی مہمان آتا اس کی نہایت سیر چشمی کے ساتھ تواضع و مدارات کرتے، اور جو بھی صاحبِ حاجت مند آتا اسے در مے، قرض دام اس کی حاجت روائی کرتے، کوئی آمدنی کا مستقل ذریعہ نہیں تھا اس لئے قرض سے گرانبار ہو گئے، جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرض کی ادائی میں غیر معمولی تاخیر ہوئی تو قرض خواہوں نے ان کی رہائش پر ہجوم کیا اور سخت تقاضہ شروع کیا۔ وہ سارے لوگوں کو روک کر تسلی اور دلاسا دیتے رہے کہ تھوڑی دیر میں ان کے سارے مطالبات کی پابجائی کردی جائے گی۔ اتنے ایک حلوہ فروش بچہ صدا لگاتے ہوئے اس طرف سے گذرا، ان بزرگ نے اس کو بلا کر سارا تھال خرید لیا اور سب قرض خواہوں کی اس سے ضیافت کردی اور خود اس بچہ کو بھی بہت سا حلوا کھانے کو دیا۔ جب اس نے قیمت کا مطالبہ کیا تو چادر تان کر دراز ہوگئے، اُن کی اس بے اعتنائی کو دیکھ کر وہ بچہ رونے لگا۔ تمام قرض خواہوں نے بھی زبانِ طعن و تشنیع دراز کی، وہ خاموش لیٹے ہوئے ان سب کی دشنام دہی سنتے رہے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص طباق لئے ہوئے ان کے پاس پہنچا اور بڑی منت و سماجت سے ان کے روبرو اشرفیوں سے بھرا ہوا طباق پیش کر کے ملتجی ہوا کہ وہ اس فتوح کو قبول فرمائیں۔ مجھے فلاں کاروبار میں اللہ نے آپ کی دعاؤں کی برکت سے یہ بیش قرار نفع عطا فرمایا ہے چنانچہ انھوں نے وہ رقم لے کر سارے قرض ادا کر دیے اور جو رقم بچ رہی وہ مع طباق اس کو دک حلوا فروش کی نذر کی، کیونکہ اس کے تضرع و زاری کے سبب اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس کا سر و سامان فرما دیا تھا، یہ تھا اس قصہ طلب شعر کا پس منظر۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے ارشاد ہوا کہ دعا کو اسی لئے مغزِ عبادت کہا گیا ہے۔ الدعاء مخ العبادۃ قرآن مجید میں دعا مانگنے کے حکم کے ساتھ نہ مانگنے والوں پر جو اس خصوص میں استکبار و استنکاف سے کام لیتے ہیں سخت وعید آئی ہے۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ؀ اپنی ساری طلب گاریوں کے ساتھ میری درگاہ میں دستِ سوال دراز کرو، میں تمھارے جیب و دامن اپنی نعمتوں سے بھردوں گا، جس کسی نے میری عبادت سے اعراض کیا تو میں اسے جہنم میں ذلت کے ساتھ جھونک دوں گا۔ یہاں عبادت سے مقصود دعا ہے جس پر سیاق آیت اُدْعُوْنِیْ دلالت کر رہی ہے۔" دعا کے استحباب پر تاکید و مبالغہ کے ساتھ اس کے ترک پر سخت وعید عائد کر رہی ہے، جیسا کہ بیان کیا گیا، رحیم وہ ذات پاک ہے کہ اگر اس سے سوال نہ کیا جائے اور نہ مانگا جائے تو وہ غضبناک اور خشمناک ہوتی ہے۔ یہ ایسی بارگاہ ہے جہاں ہر چہار طرف رحمت کے بادل چھائے ہوئے بارشِ کرم برسا رہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہے ہیں اور دونوں ہاتھ بخشش و عطا کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ کی نویدِ جاں بخش ہر وقت سامعہ نواز ہے' اور کَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کی صدائے روح پرور ہر موت کو زندگی سے بدل رہی ہے' جہاں قہر و غضب بھی رحمت ہی کا پیش خیمہ بن جاتا ہو' وہاں یاس و قنوط اپنی پرچھائیاں کیسے ڈال سکتے ہیں۔ جس جہان کا ہر طلوع و غروب علی الدوام نئی تمناؤں اور دلنواز آرزوؤں سے وابستہ رہتا ہو' "كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ"' وہاں ہراسانی کا گزر کہاں۔ سرمدؔ نے کس وجد آفریں انداز میں رحمت کی آفاق گیری و ہمہ آغوشی کا نقشہ اپنی اس رباعی کے چوکھٹے میں بٹھایا ہے

سرمدؔ کار اِلہ لطف و کرم است
از معصیتِ سیاہ کاری چہ غم است
زخشیدنِ برق بیں و جوشِ باراں
رحمت چہ فزوں، قہر چہ بسیار کم است

رحمتِ حق ہر وقت بہانہ کی طالب ہے' اور بدلہ میں کسی عوض کی آرزومند نہیں۔ "رحمتِ حق بہانہ جوید" اور پھر "رحمتِ حق بہانی جوید"' وہ کوئی بدبخت ہی ہوگا جو اس دربار میں اپنی ساری فطری توانیوں کے ساتھ غرور و گھمنڈ سے اپنی گردن اکڑائے رکھے۔ یہاں تو یوسفِ کنعاں کی طرح تہمتِ ناگاہ لئے ہر وقت آمادہ و مستعد رہنے کی ضرورت ہے تاکہ اس حیلہ تختِ مصر پر جلوہ افروز ہو کر جوادکی جود و سخا سلطانی و فرمانروائی کی صورت میں مظاہرہ کر سکو۔

"فرداً بہ خلق تا بنمایم عطائے دوست
ثابت کنم بخویش دو عالم گناہ را"

درحریمِ عفو لافِ بے گناہی میزنی
ہمچو یوسف مستعدِ تہمتِ ناگاہ باش

حصولِ مقصد کے لئے عاجزانہ تڑپ اور سارے اسبابِ ظاہری کو ٹھکرا کر مُسَبِّب کی طرف دوڑنے کی بات ہے' پھر دیکھو' جہاں سے نکلنے کے لئے کوئی رخنہ نظر نہ آتا ہو وہاں غیب سے کشادہ دروازے کھلے ہیں۔ خلوتِ زلیخا سے جب حضرت یوسفؑ بھاگنا چاہے تو بلا منتِ کشِ کلید ہوئے ان کے دروازہ کھول دیا گیا' اور وہ اپنی ساری معصومیت اور بے گناہی کے ساتھ عزیزِ مصر کے سامنے استادہ تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یوسف وش است آنکہ در دہر فتح باب
محتاج التفات کلید شس نمی کنند

مولانا روم نے اپنی شوخیِ طبع سے اس تصویر کو کتنا رنگین و دلآویز بنا دیا ہے۔

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

قرآن حکیم نے بھی ایسے ہی کسمپرس، بے یار و مددگار، اور بے سہارا صورتِ حال میں اپنے بندوں کی ان تسکین بخش الفاظ میں ڈھارس بندھائی ہے۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ۔

امید و تمنا آفریں اس درجہ پر فائز ہو کہ اگر تخم سوختہ بھی زیرِ خاک کیا ہے تو اسے بھی ایک تناور درخت کی صورت میں پھلتا پھولتا تصور کیا جائے۔ جو ذات قادر و توانا دانہ کو زمین کی تاریکیوں میں سڑا گلا کر ایک شاداب و ثمر دار شجر کی صورت بخش سکتی ہے، کیا بعید ہے کہ وہ اس مشکل میں اپنی عطا پاشیوں اور تر دستیوں کا کوئی کرشمہ دکھائے

نومید نیستیم ز احسانِ نوبہار
ہر چند تخم سوختہ در خاک کردہ ایم

آج کی مجلس میں جو لآلیِ آبدار اور گوہرِ شب چراغ اس کم سواد کے نصیبِ جیب و دامن ہوئے انھیں اپنی استعداد اور فہم کے مطابق حرزِ جان بنا کر اپنے سینہ اور حافظہ میں محفوظ کر لیا ہے، یہ صحبت دوشین کی وہی رنگین بہاریں ہیں جو سخن ہائے دل کی صورت میں صفحۂ قرطاس پہ بخششِ احباب ہیں، " من قاش فروشِ دلِ صد پارۂ خویشم"۔

سخنِ دوست گراں بود، فراواں کردم
جاں بہ بیعانہ بیارید کہ ارزاں کردم

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

© rasailojaraid.com